

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:

اشارات

دوسری صدی ہجری کی ابتداء کا واقعہ ہے کہ ہجستان و رنج کے فرما زوانے جس کا خاندانی لقب رُثَیْل تھا بنی اُمیہ کے عمال کو خراج دینا بند کر دیا۔ پیہم چڑھائیاں کی گئیں مگر وہ مطیع نہ ہوا۔ یزید بن عبد الملک کے عہد میں جب اس کے پاس طلب خراج کے لئے سفارت بھیجی گئی تو اس نے مسلمانوں کے سفر سے دریافت کیا کہ :-

”وہ لوگ کہاں گئے جو پہلے آیا کرتے تھے؟ ان کے پیٹ خاقہ زدوں کی طرح پٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ پیشانیوں پر سیا گٹھے پڑ رہتے تھے اور کھجور کی چھال کی چلیں پہنا کرتے تھے“

کہا گیا کہ وہ لوگ تو لڈر گئے۔ رُثَیْل نے کہا :-

”اگرچہ تمہاری صورتیں ان سے زیادہ شان دار ہیں مگر وہ تم سے زیادہ عہد کے پابند تھے اور تم سے زیادہ طاقتور تھے۔“

مورخ لکھتے ہیں کہ یہ کہہ کر رُثَیْل نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا اور تقریباً نصف صدی تک وہ اسلامی حکومت سے آزاد رہا۔

یہ اُس عہد کا واقعہ ہے جب تابعین و تبع تابعین کثرت سے موجود تھے۔ ائمہ مجتہدین کا زمانہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو صرف ایک صدی گزری تھی۔ مسلمان ایک زندہ اور طاقتور قوم کی حیثیت سے دنیا پر چھائے جا رہے تھے۔ ایران، روم، مصر، افریقہ، اسپین وغیرہ ممالک کے وارث ہو چکے تھے۔ اور

سازو سامان، شان و شوکت، اور دولت و ثروت کے اعتبار سے اس وقت دنیا کی کوئی قوم ان کی ہم پلہ نہ تھی۔ یہ سب کچھ تھا۔ دلوں میں ایمان بھی تھا۔ احکام شریعت کی پابندی اب سے بہت زیادہ تھی۔ سمیع و طاقت کا نظام قائم تھا۔ پوری قوم میں ایک زبردست ڈسپلن پایا جاتا تھا۔ مگر پھر بھی جو لوگ عہد صحابہ کے فائز تھے، خستہ حال صحرائیوں سے زور آزمائی کر چکے تھے۔ انہوں نے ان سروسامان والوں اور ان سب سے سروسامانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق محسوس کیا۔ کیس چیز کا فرق تھا؟ فلسفہ تاریخ و اہل اس کو محض ببادت اور حضرت کے فرق پر محمول کرینگے۔ وہ کہیں گے کہ پرانے باد یہ نشین زیادہ جفاکش تھے اور بعد کے لوگوں کو دولت اور تمدن نے عیش پسند بنا دیا تھا۔ مگر میں کہوں گا کہ یہ فرق دراصل ایمان، خلوص نیت، اخلاق اور اطاعتِ خدا اور رسول کا فرق تھا۔ مسلمانوں کی اصلی قوت یہی چیزیں تھیں۔ ان کی قوت نہ کثرتِ تعداد پر مبنی تھی۔ نہ اسباب و آلات کی افراط پر۔ نہ مال و دولت کی فراوانی پر۔ نہ علوم و صناعات کی جہارت پر۔ نہ تمدن و حضارت کے لوازم پر۔ وہ صرف ایمان و عملِ صالح کے بل پر ابھرے تھے۔ اسی چیز نے ان کو دنیا میں سر بلند کیا تھا، اسی نے قوموں کے دلوں میں ان کی دھماک اور ساکھ بٹھائی تھی۔ جب قوت و عزت کا یہ سرمایہ تھا تو وہ قلتِ تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود طاقت ور اور مغز تھے۔ اور جب یہ سرمایہ ان کے پاس کم ہوتا گیا تو وہ کثرتِ تعداد اور سازو سامان کی فراوانی کے باوجود کمزور اور بے وقعت ہوتے چلے گئے۔

رٹبیل نے ایک دشمن کی حیثیت سے جو کچھ کہا وہ دوستوں اور ناصحوں کے ہزار وعظموں سے زیادہ سبق آموز ہے۔ اس نے دراصل یہ حقیقت بیان کی تھی کہ کسی قوم کی اصلی طاقت اس کی آراستہ فوجیں، اس کے آلات جنگ، اس کے خوش خورد و خوش پوش سپاہی اور اس کے وسیع ذرائع و وسائل نہیں ہیں، بلکہ اس کے پاکیزہ اخلاق، اس کی مضبوط سیرت، اس کے صحیح معاملات، اور اس کے بلند تخیلات ہیں۔

یہ طاقت وہ روحانی طاقت ہے جو اَدی وسائل کے بغیر دنیا میں اپنا سکہ چلا دیتی ہے۔ خاک نشینوں کو تخت نشینوں پر غالب کر دیتی ہے۔ صرف زمینوں کا وارث ہی نہیں بناتی بلکہ دلوں کا مالک بھی بناتی ہے۔ اس طاقت کے ساتھ کھجور کی چیلیاں پینے والے 'سوکھی ہڈیوں' والے بے رونق چہروں والے چمقےڑوں میں لپٹی ہوئی تلواریں رکھنے والے دنیا پر وہ 'عب' وہ سطوت و جبروت وہ قدر و منزلت وہ اعتبار و اقتدار جما دیتے ہیں جو اس طاقت کے بغیر شان و ارباس پینے والے 'بڑے ڈیل ڈول' والے بارونق چہروں والے 'اونچی بارگاہوں' والے 'بڑی بڑی منجھتیں' اور ہولناک و با بے رکھنے والے نہیں جاسکتے۔ اس روحانی طاقت کی فراوانی مادی وسائل کے فقدان کی تلافی کر دیتی ہے۔ مگر اَدی وسائل کی فراوانی اس طاقت کے فقدان کی تلافی کبھی نہیں کر سکتی۔ اس طاقت کے بغیر محض اَدی وسائل کے ساتھ اگر غلبہ نصیب ہو بھی گیا تو قہص اور عارضی ہوگا، کامل اور پائدار نہ ہوگا۔ دل کبھی سخر نہ ہونگے۔ صرف گروہیں جھک جائیں گی اور وہ بھی اکڑنے کے پہلے موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے مستعد رہیں گی۔

کسی عمارت کا استحکام اس کے رنگ و روغن، نقش و نگار، زینت و آرائش، صحن و چمن اور ظاہری خوش نمائی سے نہیں ہوتا۔ زمینکینوں کی کثرت، ساز و سامان کی افراط اور اسباب و آلات کی فراوانی اس کو مضبوط بناتی ہے۔ اگر اس کی بنیادیں کمزور ہوں، دیواریں کھولیں ہوں، ستونوں کو گھن لگ جائے، کڑیاں اور تختے بوسیدہ ہو جائیں تو اس کو گرنے سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی خواہ وہ مکینوں سے خوب سمور ہو اور اس میں کروڑوں روپے کا مال و اسباب بھرا پڑا ہو، اور اس کی سجاوٹ نظروں کو بھاتی اور دلوں کو موہ لیتی ہو۔ تم صورت ظاہر کو دیکھتے ہو۔ تمہاری نظریں مد نظر پر اٹک کر رہ جاتی ہیں۔ مگر حادثہ زمانہ کا معاملہ ناماشی، مظاہر سے نہیں بلکہ اندرونی حقائق سے پیش آتا ہے۔ وہ عمارت کی بنیادوں سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ دیواروں کی کھینگی کا امتحان لیتے ہیں۔ ستونوں کی استواری کو جانچتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں مضبوط اور

مستحکم ہوں تو زمانے کے حوادث، ایسی عمارت سے ٹکرا کر لپٹ جائینگے اور وہ ان پر غالب آجائیں گی خواہ وہ زینت و آرائش سے یکسر محروم ہو۔ ورنہ حوادث کی ٹکریں آخر کار اس کو پاش پاش کر کے رہیں گی اور وہ اپنے ساتھ اپنے کمینوں اور اپنے اسباب زینت کو بھی لے بیٹھے گی۔

ٹھیک یہی حال حیات قومی کدھی ہے۔ ایک قوم کو جو چیز زندہ اور طاقت ور اور سر بلند بناتی ہے وہ اس کے مکان، اس کے لباس، اس کی ساریاں، اس کے اسباب عیش، اس کے فنون لطیفہ، اس کے کارخانے، اس کے ہلج اور اس کے آلات نہیں ہیں بلکہ وہ اصول ہیں جن پر اس کی تہذیب قائم ہوتی ہے اور پھر ان اصولوں کا دلوں میں راسخ ہونا اور اعمال پر حکمراں بن جانا ہے۔ یہ تین چیزیں یعنی اصول کی صحت، ان پر پختہ ایمان اور عملی زندگی پر ان کی کامل فرمانروائی، حیات قومی میں وہی حیثیت رکھتی ہیں جو ایک عمارت میں اس کی مستحکم بنیادوں، اس کی پختہ دیواروں اور اس کے مضبوط ستونوں کی ہے۔ جس قوم میں یہ تینوں چیزیں بدرجہ اتم موجود ہوں وہ دنیا پر غالب ہو کر رہیں گی، اس کا کلمہ بلند ہو گا، خدا کی زمین میں اس کا سکہ چلے گا، دلوں میں اس کی ادھاک بیٹھے گی، گردنیں اس کے حکم کے آگے جھکا جائیں گی اور عزت کی عزت ہو گی۔ خواہ وہ جو بیٹریوں میں رہتی ہو، بیٹھے پڑنے کیڑے، نہپتی ہو، فاقوں سے اس کے پیٹ پٹنے ہوئے ہوں، اس کے ہاں ایک بھی کالج نہ ہو، اس کی بستیوں میں ایک بھی دیوار اڑانے والی چینی نظر نہ آئے اور علوم و صناعات میں وہ بالکل صفر ہو۔ تم جن چیزوں کو سامان ترقی سمجھ رہے ہو وہ محض عمارت کے نقش رنگاریں۔ اس کے قواعد و اصول نہیں ہیں۔ کھولیں دیواروں پر اگر تم سونے کے پترے بھی چڑھا دو گے تو وہ ان کو گرنے سے نہ بچا سکیں گے۔

یہی بات ہے جس کو قرآن مجید بار بار بیان کرتا ہے۔

وہ اسلام کے اصولوں کے متعلق کہتا ہے کہ وہ اس اٹل اور غیر متغیر فطرت کے مطابق

ہیں جس پر خدا نے ازیان کو پیدا کیا ہے اس لیے جو دین ان اصولوں پر قائم کیا گیا ہے وہ دین قیم ہے یعنی ایسا دین جو معاش و سماج کے جملہ معاملات کو ٹھیک ٹھیک طریقوں پر قائم کر دینے والا ہے۔ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۳۰: ۴)۔

پھر وہ کہتا ہے کہ اس دین قیم پر مبنیوں کے ساتھ تم جاؤ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے مطابق عمل کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں تم ہی سر بلند ہو گے تم ہی کو زمین کا وارث بنایا جائیگا۔ تم ہی خلعتِ خلافت سے سرفراز ہو گے۔ اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (۲۱: ۷) وَاَنْتُمْ الْاَغْلَىٰ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (۳: ۱۴) وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (۲۴: ۷) وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵: ۸)۔

بخلاف اس کے جو لوگ بظاہر دین کے دائرے میں داخل ہیں مگر دین نہ تو ان کے دلوں میں بیٹھا ہے اور نہ ان کی زندگی کا قانون بنا ہے۔ ان کے ظاہر تو بہت شاندار ہیں۔ وَاِذَا رَاٰهُمْ تَضَعُ اَجْسَامَهُمْ اَوْ سَانَ كِي بَاتِيں بھی بہت مزے دار ہیں۔ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا لَسَمِعَ لِقَوْلِهِمْ مَّكَرَ حَقِيْقَتِ مِيں وہ لکڑی کے کندے ہیں جن میں جان نہیں کانتھم خُشْبٌ مُّسْتَدَدَةٌ وہ خدا سے زیادہ انسانوں سے ڈرتے ہیں۔ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشِيَةِ اللَّهِ اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً ان کے اعمال سراسر اب کی طرح ہیں کہ دیکھتے ہیں پانی نظر آئیے مگر حقیقت میں کچھ نہیں۔ اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بَقِيْعَةٍ يَّحْسِبُهُ الظَّمَاْنُ مَاءً حَتّٰى اِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْ شَيْئًا اِيسے لوگوں کو اجتماعی قوت کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کے دل آپس میں پھٹے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ خلوص نیت کے ساتھ کسی کام میں اشتراک عمل نہیں کر سکتے۔ بِاَسْمِهِمْ يَنْهَوْنَهُمْ سَدِيْدًا تَحْسِبُهُمْ جَمِيْعًا وَاَقْلُوْبُهُمْ شَتَّىٰ ان کو وہ قوت ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جو صرف

مؤمنین۔ صالحین کا حصہ ہے لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا قَرِيحًا مَحْصَنَةً أَوْ مِن دَرَاءٍ جَدِيدٍ یہ ظالم ہیں جن کو دنیا کی امامت کا منصب کبھی نہ ملے گا۔ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدَ الظَّالِمِينَ ان کے لئے بجز اس کے اور کوئی انجام نہیں کہ دنیا میں بھی ذلت و خواری اور آخرت میں بھی عذاب و عقاب۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا حِزْبٌ و لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

آپ تعجب کریں گے کہ قرآن نے مسلمانوں کی ترقی اور ان کے ایک حکمران قوم بننے اور ب پرغائب آجانے کا ذریعہ صرف ایمان و عمل صالح کو قرار دیا، اور کہیں یہ نہیں کہا کہ تم یونیورسٹیاں بناؤ، کالج کھولو، کارخانے قائم کرو، جہاز بناؤ، کمپنیاں قائم کرو، بینک کھولو، سائنس کے آلات ایجاد کرو اور لباس، معاشرت، انداز و اطوار میں ترقی یافتہ قوموں کی نقل کرو۔ نیز اس نے تنزل و انحطاط اور دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کا واحد سبب نفاق کو ٹھہرایا، نہ کہ ان اسباب کے فقدان کو جنہیں آج کل کی دنیا اسباب ترقی سمجھتی ہے لیکن اگر آپ قرآن کی اسپرٹ کو سمجھ لیں تو آپ کا یہ تعجب خود رن ہو جائیگا۔ سب سے پہلی بات جس کا سمجھنا ضروری ہے، یہ ہے کہ مسلمان نہیں شے کا نام ہے، اس کا توام بجز "اسلام" کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ مسلم ہونے کی حیثیت سے اس کی حقیقت صرف اسلام سے مستحق ہوتی ہے۔ اگر وہ اس پیغام پر ایمان رکھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور ان قوانین کا اتباع کرے جن کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے، تو اس کا اسلام متحقق ہو جائیگا خواہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز اس کے ساتھ شامل نہ ہو جو اسلام کے ماسوا ہیں۔ بخلاف اس کے اگر وہ ان تمام یوروں سے آراستہ ہو جو زینت حیات دنیا کے قبیل سے ہیں، مگر ایمان اس کے دل میں نہ ہو اور قوانین اسلامی کے اتباع سے اس کی زندگی خالی، تو وہ گریجویٹ ہو سکتا ہے، ڈاکٹر ہو سکتا ہے، کارخانہ دار ہو سکتا ہے، بینکر ہو سکتا ہے، جنرل یا امیر البحر ہو سکتا ہے، غرض سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

پس کوئی ترقی کسی مسلمان شخص یا قوم کی ترقی نہ ہوگی جب تک کہ سب چیزوں سے پہلے اس شخص یا قوم میں حقیقت اسلامی متحقق نہ ہو جائے۔ اس کے بغیر وہ ترقی خواہ وہ کسی ہی ترقی ہو۔ مسلمان کی ترقی نہ ہوگی اور ایسی ترقی ظاہر ہے کہ اسلام کا نصب العین نہیں ہو سکتی۔

پھر ایک بات تو یہ ہے کہ کوئی قوم سرے سے مسلمان نہ ہو، اور اس کے افکار و اخلاق اور نظام اجتماعی کی اساس اسلام کے سوا کسی اور چیز پر ہو۔ ایسی قوم کے لیے تو بلاشبہ یہ ممکن ہے کہ وہ ان اخلاقی، سیاسی، معاشی اور عمرانی اصولوں پر کھڑی ہو سکے جو اسلام سے مختلف ہیں، اور اس ترقی کے منتہا کو پہنچ جائے جس کو وہ اپنے نقطہ نظر سے ترقی سمجھتی ہے۔ لیکن یہ بالکل ایک امر دیگر ہے کہ کسی قوم کے افکار، اخلاق، تمدن، معاشرت، معیشت، اور سیاست کی بنیاد اسلام پر ہو، اور اسلام ہی میں وہ عقیدے اور عمل و دنوں کے لحاظ سے ضعیف ہو۔ ایسی قوم، ماوی ترقی کے وسائل خواہ کتنی ہی کثرت اور فراوانی کے ساتھ ہمیا کر لے، اس کا ایک مضبوط اور نفاقت و رقوم کی حیثیت سے اٹھنا اور دنیا میں سر بلند ہونا قطعاً غیر ممکن ہے۔ کیونکہ اس کی قومیت اور اس کے اخلاق اور تہذیب کی اساس جس چیز پر ہے، وہی کمزور ہے، اور اساس کی کمزوری ایسی کمزوری ہے جس کی تلافی محض اوپری زمینت کے سامان کبھی نہیں کر سکتے اس کا یہ مطلب نہیں کہ علوم و فنون اور ماوی ترقی کے وسائل کی جائز اہمیت سے انکار ہے۔

مطلب صرف یہ ہے کہ مسلمان قوم کے لیے یہ تمام چیزیں ثانوی درجہ میں ہیں۔ اساس کا استحکام ان سب پر مقدم ہے۔ وہ جب مستحکم ہو جائے تو ماوی ترقی کے وہ تمام وسائل اختیار کیے جاسکتے ہیں جو اس بنیاد کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں۔ لیکن اگر وہ مضحمل ہو، دل میں اس کی جڑیں کمزور ہوں، اور زندگی پر اس کی گرفت ڈھیلی ہو جائے، تو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے قوم کے اخلاق کا فاسد ہونا، سیرت کا بگڑ جانا، معاملات کا خراب ہو جانا، نظام اجتماعی کی بندشوں کا سست ہو جانا، اور قوتوں کا پراگندہ ہو جانا، ناگزیر ہے، اور اس کا لازمی نتیجہ

یہ ہے کہ قوم کی طاقت کمزور ہو جائے اور بین الملٹی قوتوں کے ترازویں اس کا پلٹا روز بروز ہلکا ہوتا چلا جائے یہاں تک کہ دوسری قوتیں اس پر غالب آجائیں۔

ان سب سے بڑھ کر ایک اور بات بھی ہے۔ قرآن حکیم نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہے کہ تم یہی سر بلند ہو گے اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ کی پارٹی والے ہی غالب ہونگے۔ اور جو لوگ ایمان و عمل صالح سے آرات ہونگے ان کو زمین کی خلافت ضرور ملے گی۔ اس وثوق کی بنیاد کیا ہے؟ کس بنا پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ دوسری قوتیں خواہ کیسے ہی مادی وسائل کی مالک ہوں ان پر مسلمان صرف ایمان اور عمل صالح کے اسلحے سے غالب آجائیں گے؟

اس عقیدے کو خود قرآن حل کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرِبْ مَثَلًا قَاتِمَعُوَالِهٖ اِنَ الَّذِيْنَ

لوگو ایک مثال بیان بھیجی ہے۔ اس کو فور سے سنو
خدا کو چھوڑ کر تم جن چیزوں کو چکاتے ہو ایک مکھی تک کو پید کر کے
پر قادی نہیں ہیں اگرچہ وہ سب کام کے لئے ملکر زور لگائیں اور اگر
ایک مکھی ان سے کوئی چیز چھینے تو اس سے وہ چیز چھڑا لینے کی
قدرت بھی ان میں نہیں مطلوب بھی ضعیف اور اس کا طالب بھی
ضعیف۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسی کرنی
چاہیے تھی حالانکہ حقیقت اللہ ہی قدرت اور عزت والا ہے۔
جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو کار ساز ٹھہرایا انکی
مثال ایسی ہے جیسے مکڑی کہ وہ گھر بناتی ہے حالانکہ گھروں
سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے۔

مَنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا
وَ لَوْ اٰتَمَعُوْا اِلٰهًا وَاِنْ نَسَبُوْهُمُ الذُّبَابُ
شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ
الطَّالِبِ وَ الْمَطْلُوْبِ - مَا قَدَرُوْا
اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَعَوِيْ
عَزِيْزٌ - (۱۰:۳۲)

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِيًّا
كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاَنْ اَوْفَوْا
الْبُيُوْتِ لَبِيْۤتٍ الْعَنْكَبُوْتِ (۳:۲۹)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مادی طاقتوں پر اعتماد کرتے ہیں، ان کا اعتماد دراصل ایسی چیزوں پر ہے جو بڑا خود کی قسم کی بھی قوت و قدرت نہیں رکھتیں۔ ایسے بے زوروں پر اعتماد کرنے کا قدرتی نتیجہ ہے کہ وہ خود بھی بے زور ہو جاتے ہیں وہ اپنے نزدیک جو مستحکم قلعے بناتے ہیں وہ کڑی کے جانے کی طرح کمزور ہیں۔ ان میں کبھی یہ طاقت ہو ہی نہیں سکتی کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں سر اٹھا سکیں جن کا اعتماد حقیقی قدرت و عزت رکھنے والے خدا پر ہے۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنِ بِاللَّهِ
حوظ نفوت کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لے آیا اس نے مضبوط
حَقًّا اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا
رسی تمام لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔
(۲۴:۲)

قرآن دعوے کے ساتھ کہتا ہے کہ جب کبھی اہل ایمان اور اہل کفر کا مقابلہ ہوگا تو غلبہ اہل ایمان ہی کو حاصل ہوگا۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا أَلْوَأَاءُ الْأَبَارِثِ
اور اگر وہ جنہوں نے کفر کیا ہے تم سے جنگ کرینگے
تَوْفَرُوا مِثْلَهُ بِيَدَيْكُمْ يَخْلَفُونَ بَيْنَكُمْ
توفور مٹھ بھیر جائینگے بھیر کوئی یار و مددگار نہ پائینگے
يَا قَوْمِ كَيْفَ تَصُدُّونَ عَنِ اللَّهِ مَا اللَّهُ غَفُورٌ ذَلِيلٌ
یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلے آرہی ہے اور
تَم كَيْفَ تَصُدُّونَ عَنِ اللَّهِ مَا اللَّهُ غَفُورٌ ذَلِيلٌ
تم کبھی اللہ کی سنت میں تغیر نہ پاؤ گے۔

ہم کافروں کے دلوں میں عجب ڈال دینگے کیونکہ
انہوں نے خدا کے ساتھ ان چیزوں کو شریک کر لیا
جن کو خدا نے کوئی تکل نہیں بخشا ہے۔
اللَّهُ تَبَدَّلَ اللَّهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا (۱۶:۳)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کی طرف سے لڑتا ہے اس کے ساتھ خدائی طاقت ہوتی ہے اور جس کے ساتھ خدائی طاقت ہو اس کے مقابلے میں کسی کا زور چل ہی نہیں سکتا۔

ذَلِكَ يَأْتِيَنَّ اللَّهُ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا
 وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ (۱:۴۰)
 یہ اس لئے کہ ایمانداروں کا مددگار تو اللہ ہے اور کافروں
 کا مددگار کوئی نہیں۔
 وَمَا مِثَّتْ إِذْ مَرَّمْتِ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيمٌ (۲:۸۰)
 جب تو نے پھینکا تو وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا۔

یہ تو مومن صالح کی اسطوت کا حال ہے۔ دوسری طرف یہ بھی خدا کا قانون ہے کہ جو شخص ایماندار
 ہوتا ہے جس کی سیرت پاکیزہ ہوتی ہے جس کے اعمال نفاہت کی آلودگیوں سے پاک ہوتے
 ہیں اور جو ہوائے نفس اور اغراض نفسانی کے بجائے خدا کے مقرر کیے ہوئے قانون کی ٹھیک
 ٹھیک پیروی کرتا ہے اس کی محبت اور عزت دلوں میں بٹھ جاتی ہے، دل آپ ہی آپ اس کی
 طرف کھینچنے لگتے ہیں، نگاہیں اس کی طرف احترام سے اٹھتی ہیں۔ معاملات میں اس پر اعتماد کیا
 جاتا ہے، دوست تو دوست دشمن تک اس کو امین و صادق سمجھتے ہیں اور اس کے عدل اس کی
 عفت اور اس کی وفا شعاری پر بھروسہ کرتے ہیں۔

رَبِّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا (۶:۱۹)
 جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک
 عمل کیے ان کے لیے یقیناً اللہ تعالیٰ دو دلوں میں محبت ڈالے گا۔
 يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِأَقْوَابِ
 الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (۳:۱۳)
 ایمان لانے والوں کو اللہ قول ثابت کے ساتھ
 جمادیتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔
 مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَ
 هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّاهُ حَيَاةً طَيِّبَةً
 وَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۳:۱۶)
 جو کوئی نیک عمل کرے یا عورت
 اور اس کے ساتھ وہ مومن بھی ہو تو ہم ضرور اس کو
 بہترین زندگی بسر کرائیں گے اور ان بہترین اعمال
 کا اجر دینگے جو وہ کرتے رہے ہیں۔

مگر یہ سب کس چیز کے نتائج ہیں؟ محض زبان سے لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے نہیں مسلمانوں کے سے نام رکھ لینے اور معاشرت کے چند مخصوص اطوار اختیار کرنے اور چند گنی بنی رسمیات ادا کر لینے کے نہیں تو ان کے ان نتائج کے ظہور کے لیے ایمان اور عمل صالح کی شرط لگانا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت تمہارے قلب و روح میں اس قدر جاگزیں ہو جائے کہ تمہارے تخیلات و افکار اور اخلاق و معاملات سب پر اسی کا غلبہ ہو، تمہاری ساری زندگی اسی کلمہ طیبہ کے معنوی قالب میں ڈھل جائے۔ تمہارے ذہن میں کوئی ایسا خیال راہ نہ پاسکے جو اس کلمہ کے معنی سے مختلف ہو، اور تم سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جو اس کلمہ کے مقتضی کے خلاف ہو، لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو زبان سے ادا کرنے اور قلب سے اس کی تصدیق کرنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ تمہاری زندگی میں اس کے ساتھ ہی ایک انقلاب برپا ہو جائے۔ تمہاری رگ میں تقویٰ کی روح سرایت کر جائے۔ پھر اللہ کے سوا تمہاری گردن کسی طاقت کے آگے نہ جھکے، اللہ کے سوا تمہارا ہاتھ کسی کے آگے نہ پھیلائے، اللہ کے سوا کسی کا خوف تمہارے دل میں نہ رہے، اللہ کے سوا کسی کو راضی کرنے کی خواہش تمہارے قلب میں باقی نہ رہے، تمہاری محبت اور تمہارا بغض اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نہ ہو، اللہ کے قانون کے سوا تمہاری زندگی پر کسی اور کا قانون نافذ نہ ہو، تم اپنے نفس اور اسکی ساری خواہشوں اور اس کے تمام مرغوبات و محبوبات کو اللہ کی خوشنودی پر قربان کر دینے کے لیے ہر وقت طیار رہو، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مقابلہ میں تمہارے پاس سمعنا و اطعنا کے سوا کوئی اور قول اور فعل نہ ہو، جب ایسا ہوگا تو تمہاری قوت صرف تمہارے اپنے نفس اور جسم کی قوت نہ ہوگی بلکہ اس احکام الحاکمین کی قوت ہوگی جس کے آگے زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سز بسجود ہے۔ اور تمہاری ذات اس نور السموات و الارض کے جلووں سے سنور ہو جائیگی جو تمام عالم کا حقیقی محبوب و معشوق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہی تیز مسلمانوں کو
حاصل تھی۔ پھر اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں۔ اس زمانہ میں جس نے لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ کہا اسکی
کایا پلٹ ہو گئی۔ مس غام سے یکایک وہ کندن بن گیا۔ اسکی ذات میں وہ کشش پیدا ہوئی کہ دل اسکی طرف
کھینچنے لگے۔ اس پر سکی نظر ٹپرتی وہ محسوس کرتا کہ گویا تقویٰ اور پاکیزگی اور صداقت کو جسم دیکھ رہا ہے۔ وہ
ان ٹپڑے مفلس، فاؤکش، پشینہ پوش اور بوریا نشین ہوتا، مگر پھر بھی اسکی ہیبت دلوں میں ایسی بٹھتی کہ بڑے
بڑے شان و شوکت والے فرمانرواؤں کو نصیب نہ تھی۔ ایک ایک مسلمان کا وجود گویا ایک چراغ تھا کہ
جدھر وہ جاتا اسکی روشنی طرف و اکناف میں پھیل جاتی اور اس ایک چراغ سے سینکڑوں ہزاروں چراغ
بل جاتے پھر جو اس کی روشنی قبول نہ کرتا اور اس سے ٹکرانے کی جرات کرتا تو اس کو جلانے اور فنا کر دینے
کی قوت بھی اس میں موجود تھی۔

ایسی ہی قوت ایمانی اور طاقت اور سیرت رکھنے والے مسلمان تھے کہ جب وہ ساڑھے تین سو
زیادہ نہ تھے تو انہوں نے تمام عرب کو مقابلہ کا چیلنج دیدیا اور جب وہ چند لاکھ کی تعداد کو پہنچے تو ساری دنیا کو سحر کر
کے غم سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جو قوت انکے مقابلے پر آئی پاش پاش ہو گئی۔

جیسا کہ کہا جا چکا ہے مسلمان کی اصلی طاقت یہی ایمان اور سیرت صالحہ کی طاقت ہے جو صرف ایک
لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ کی حقیقت دل میں بیٹھ جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر حقیقت دل میں جاگزیں نہ ہو محض زبان پر
یہ الفاظ جاری ہوں مگر ذہنیت اور عملی زندگی میں کوئی انقلاب برپا نہ ہو کہ لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ کہنے کے بعد بھی انسان وہی
کا وہی رہے جو اس سے پہلے تھا اور اس میں اور لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ کا انکار کرنے والوں میں کوئی فرق نہ ہو وہ بھی
ابھی کی طرح غیر اللہ کے آگے گردن جھکانے اور ہاتھ پھیلائے، ابھی کی طرح غیر خدا سے ڈرے اور غیر خدا کی رضا
چاہے اور غیر خدا کی محبت میں گرفتار ہو، انہیں کی طرح ہوائے نفس کا بندہ ہو اور قانون الہی کو چھوڑ کر انسانی قوانین
یا اپنے نفس کی خواہشات کا اتباع کرے، اسکے خیالات اور ارادوں اور نیتوں میں بھی وہی گندگی ہو جو ایک